حالانکہ ہمیں قول وعمل کی کسوٹی پر پرکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے کہ کون بڑا ہے اور کون چھوٹا۔

قرآن کریم میں اُن لوگوں کی مثال جن کو توریت دی گئی تھی پھر انہوں نے اسے نظر انداز کر دیا، یوں بیان فرمائی گئی کہ اُن کی مثال گدھے کی طرح ہے کہ اس پر جتنی کتابیں لادو گدھا ہی رہے گا۔[سورۃ الجمعۃ ٥] اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ چیز سخت ناپسند ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود کرتے نہیں ہو۔[سورۃ الصف ٣]

آج ہمارے طلباء کے پاس مختلف ڈگریاں تو بلا شبہ درجنوں کے حساب سے ہیں۔ ہر ایک کے پاس ایک ضخیم فائل ڈگریوں سے بھری ہوئی ہے، مگر معاملات زندگی میں یہ ڈگریاں کاغذ کے ایک پرزے سے زیادہ اہمیت کی حامل ثابت نہیں ہوتیں۔ان کی اہمیت منوانے کے لیے ایسی ڈگریوں کی ضرورت ہوتی ہے جن پر قائد کی تصویر ہو اور سٹیٹ بینک کی طرف سے جاری کردہ ہو۔آدمی خواہ عالم ہو یا غیر عالم، استاد ہو یا پروفیسر کہلاتا ہو، فلسفی ہو یا ڈاکٹر کہلاتا ہو اپنے آپ کو عقل کُل ہرگز نہ سمجھے۔جو کچھ اُسے عطا کیا گیا ہے، اس کے ذریعے اُس کی آزمائش کی گئی ہے۔ آیئے کوشش کریں کہ ہمارا علم، علم نافع ثابت ہو اور صدقہ جاریہ بن کر ثواب پہنچاتا رہے۔اگر کسی کو یہ زعم ہے کہ وہ بڑا لائق وفائق ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ دوبارہ کسی درسگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کرے۔کیونکہ اُسے کچھ بھی نہیں معلوم کہ اُس کے اپنے اندر روح نام کی جو چیز ہے وہ کب تک اُس کا ساتھ دے گی۔اپنے علم کو اللہ کا عطیہ سمجھ کر دنیا میں بانٹیں تاکہ دنیا فیضیاب ہو، اسے تجارت اور مول تول کا ذریعہ ہرگز نہ بنائیں۔

زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے!

8 مارچ 2011ء کو جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے سابق مہتمم مولانا عبدالقادر ندوی رحمۃ اللہ علیہ 86 برس کی عمر میں وفات پاگئے۔آپ صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقرر کردہ جانشین تھے۔جامعہ ہذا کی عظیم الشان عمارت اور اس میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد کتابوں پر مشتمل لائبریری قائم کرنے میں آپ کا بھرپور حصہ ہے۔آپ نے خون جگر سے اس ادارے کو سینچا۔سالانہ مبلغ ایک لاکھ روپے بطور چندہ مدرسے کو دیا کرتے تھے۔ اللھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه

جمعیت اہلحدیث بلتستان اور اس کے ادارے اس سانحہ وفات پر مرحوم کے لواحقین اور احباب جماعت سے تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے، درجات بلند کرے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔آمین

شریک غم: جمعیت اہلحدیث بلتستان ، جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی ، ادارہ مجلہ: التراث

تربیت اطفال

بچوں کی نگہداشت

محمد اسماعیل فضلی

بچوں کی صحیح نگہداشت کے لیے ان کے ساتھ تربیتی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ان کی ہدایت، ان سے محبت وشفقت کرنے اور ان کی نفسیات کو سمجھنے اور پھر انہیں سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ کام مشکل ضرور ہے، لیکن اگر توجہ اور لگن سے انجام دیا جائے تو ایسا مشکل تر بھی نہیں۔اور عملی طور پر مثبت اثرات واضح نظر آتے ہیں۔

والدین کو بچوں کی جسمانی صحت کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے۔ان کے لیے مناسب غذا کا انتظام کرنا چاہیے۔ سونے جاگنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور تعلیم وتربیت کے اوقات کی پابندی کی عادتیں پیدا کرنی چاہئیں۔

ان تمام باتوں کے علاوہ یہ بات سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ ننھا منھا سا بچہ بھی ایک شخصیت رکھتا ہے، یہ بھی اپنی ایک منزل مقرر کر لیتا ہے اور اس تک پہنچنے کی برابر کوشش کرتا ہے۔ وہ ساری دنیا کو اسی مقصد کی روشنی میں دیکھتا ہے، اپنے چھوٹے ہونے، کمزور ہونے، یا چہیتے بھائی کی بدصورت بہن ہونے، لڑکا یا لڑکی ہونے، ماں باپ کے حقیر سمجھنے، غرض طرح طرح کے احساس کمتری سے اس کے دل ودماغ میں ہلچل مچا رہتا ہے۔ پس وہ اپنی حالت کو سدھارنے اور اپنی حیثیت کو ابھارنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔

''احساس کمتری اور اس کی تلافی کی کوشش'' یہ دو چیزیں اس کی زندگی کا مرکز ومحور ہوتی ہیں، اس کی بنیاد میں نقص ہو تو باقی زندگی غلط راہ پر چلتی رہتی ہے۔ ماں باپ کی طرف سے تربیت کی بنیادی غلطیاں بچے میں کمتری اور گھٹیا پن کا احساس شدت سے پیدا کر دیتی ہیں یا تلافی کی کوشش میں حائل ہوتی ہیں۔ یہ کمزوری انہیں غیر معمولی طور پر اُکسا کر غلط راستے پر ڈال دیتی ہے۔ اگر اسے اپنی کوتاہیوں کا صحیح احساس ہو اور تلافی کی مناسب تدبیر کا علم اور حوصلہ پیدا ہو تو بچے کی تربیت ٹھیک ہو جاتی ہے۔ بچپن میں بعض مواقع ایسے آتے ہیں جن سے احساس کمتری پیدا ہوتا ہے، اس وقت ذرا سی غلطی یا غفلت سے اس کی نفسیاتی زندگی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہی وقت بچے کو سہارا دینے کا ہوتا ہے۔

بعض ماں باپ کو اپنے بچے کی ان جسمانی خرابیوں کا علم نہیں ہوتا جو وہ ساتھ لے کر پیدا ہوا ہے، یا علم ہوتا ہو تب بھی وہ ادھر توجہ نہیں دیتے اور ان کی وجہ سے بچوں کو روزمرہ زندگی میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں ان کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔ ایسے موقعوں پر بچوں کی دشواریوں کو سمجھ کر ان کی ہمت افزائی کرنا، اور ان نقائص کو دور کرنے کی مناسب تدبیر

اختیار کرنا چاہیے۔ بچے کا دودھ چھڑاتے وقت بھی مناسب دیکھ بھال اور حسن تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ دودھ چھڑانے کے بعد اسے زیادہ محبت اور پیار کی ضرورت ہوتی ہے۔

بچے کی زندگی میں ایک نازک وقت یہ ہے جب وہ بولنا شروع کرتا ہے۔ بات کرنا جماعتی عمل ہے اور کلام کی صلاحیت جماعتی احساس سے فروغ پاتی ہے۔ جو بچے دوسروں سے بلا جھجک ملتے ہیں وہ جلد بولنا سیکھتے ہیں۔ جو جھجکتے اور اکیلے رہتے ہیں وہ دیر سے بولنا شروع کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس زمانے میں بچوں کو ملنے جلنے کا موقع دیا جائے اور خود مختار رہنے کی عادت ڈالی جائے۔ کھیل کود اور آسان آسان کام کرنے کا موقع دیا جائے، ان کی ہمت افزائی کی جائے تاکہ ان چھوٹی کامیابیوں سے ان کی ڈھارس بندھے اور خود اعتمادی بڑھے۔

بچے کی تربیت میں ایک کٹھن مرحلہ بہن بھائیوں کی پیدائش کے وقت پیش آتا ہے۔ جب بچہ اکیلا ہوتا ہے تو ماں باپ کی ساری محبت اور توجہ اس کی طرف رہتی ہے، دوسرا بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں باپ کی توجہ نئے بچے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ ایسے موقع پر پہلے بچے سے غفلت اس میں محرومانہ احساس پیدا کر دیتی ہے، جس سے اس کے دل میں رقیبانہ جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر ماں باپ بڑے بچے کو چھوٹے کی آمد سے پہلے اس واقعہ کے لیے ذہنی طور پر تیار کر لیں تو خوشگوار نتائج نکل سکتے ہیں۔ جس گھر میں بہت سے بچے ہوتے ہیں وہاں سب سے بڑے اور سب سے چھوٹے بچے پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے، سب سے بڑے میں حاکمانہ جذبات ہوتے ہیں اور چھوٹے میں محکومانہ، اگر ایسے موقعے پر سب کی طرف خصوصی توجہ نہ دی جائے تو ان بچوں میں بہت سی مضر عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایسے موقعوں پر ماں باپ کو ذرا ہوشیاری سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے، بچوں سے یکساں محبت کریں اور سمجھ بوجھ کے ساتھ صبر وضبط سے کام لیں تو بچوں کی صحیح تربیت ہو سکے گی۔

تربیت کے سلسلے میں مدرسے کی منزل بھی بڑی نازک اور کٹھن ہوتی ہے۔ سکول بچے کے لیے نئی دنیا سے کم نہیں ہوتا۔ یہ اس کی زندگی کا ایسا موڑ ہے جہاں بڑی ہوشیاری اور سوجھ بوجھ کی ضرورت ہوتی ہے اور جہاں ٹکرا کر نقصان اٹھانے کا بڑا ڈر رہتا ہے، اس موڑ کے لیے بچے کو تیار کر کے اور اس کی متوقع مشکلات کو سمجھ کر خطرے کو بہت گھٹایا جا سکتا ہے۔ اگر بچے کو دوسروں سے ملنے جلنے کی عادت ہو، اگر وہ اپنے اوپر بھروسہ کر کے اپنا کام خود کرنا سیکھ چکا ہو، اگر استاد کے پاس جانے سے پہلے ماں باپ کی محبت اور توجہ میں اپنے بہن بھائیوں کو شریک بنانا جان گیا ہو، اور اس سے دل برداشتہ نہ ہوا ہو تو اسے سکول کی دنیا نرالی محسوس نہیں ہوگی۔